سوال نمبر2(الف) (i) **حکومت برطانیہ کی ہندوستان کے مسلمانوں سے عناد کی وجہ:**

اس عناد کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان ترکی کے خلاف نہیں لڑنا چاہتے تھے کیونکہ ترکی کے سلطان کو خلیفۂ اسلام سمجھا جاتا تھا اور مسلمان ان کی بہت عزت کرتے تھے اور وہاں کعبہ بھی ترکی کے سلطان کے پاس تھا۔ مسلمانوں نے جنگ عظیم کے دوران ترکی کو مالی اور طبی پہنچائی مگر چونکہ برطانیہ ترکی کے خلاف لڑ رہا تھا تو یہ مسلمانوں اور برطانیہ میں عناد کی وجہ بنی۔

---

سوال نمبر2(الف) (ii) **پہلی جنگِ عظیم میں مسلمانوں کے ترکی کی حمایت کرنے کی وجہ:**

مسلمان ترکی کے خلاف نہیں لڑنا چاہتے تھے کیونکہ ترکی کے سلطان اس وقت کے خلیفۂ اسلام تھے اور پوری دنیا کے مسلمان ان کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کے خلاف جانے کو اسلام کے خلاف جانا سمجھتے تھے۔ اسی لیے ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کی حمایت کی اور صرف اس شرط پر ان سے لڑے کہ ان کو آخر میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

---

سوال نمبر2(الف) (iii) **حکومت برطانیہ کی مسلمانوں سے وعدہ خلافی:**

حکومتِ برطانیہ کی فوج کم پڑ رہی تھی تو انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ برطانیہ کے لیے لڑیں مگر ساتھ یہ وعدہ کیا کہ اگر برطانیہ کو کامیابی حاصل ہوئی تو ترکی کو مزید کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے اور اس پر کوئی جرمانہ نہ لگے گا اور نہ ہی اس سے کوئی زمین لی جائے گی۔ مگر کامیابی کے بعد برطانیہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور اس نے ترکی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv)

## تحریکِ خلافت شروع کرنے کی وجہ:

تحریکِ خلافت اس لیے شروع کی گئی تاکہ مسلمان ہند، برطانیہ کو ترکی کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے سے روک سکیں اور برطانیہ کی وعدہ خلافی کا بدلہ لے سکیں۔ اس وعدہ خلافی کی وجہ سے مسلمانوں کو دکھ ہوا اور انہوں نے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں یہ تحریک شروع کی تاکہ ترکی کی سلطنت اور اس کا وسیع علاقہ محفوظ رہیں۔

---

سوال نمبر 2 (الف) (v)

## شدھی تحریک اور سنگھٹن تحریک کا بنیادی مقصد:

جس دور میں تحریکِ خلافت چل رہی تھی اسی دور میں ہندوؤں نے وہاں کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے ایک تحریک چلائی جس کو شدھی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہندوستان سے مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے ایک اور تحریک چلائی گئی جسے سنگھٹن تحریک کہتے ہیں۔

---

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

## مرکزی خیال:

برصغیر میں مسلمانوں نے بہت مشکلات جھیلیں۔ جنگِ عظیم میں مسلمان ترکی کے خلاف لڑے مگر وہ شرط کہ کامیابی پر برطانیہ ترکی کو نقصان نہیں پہنچائے گا ترک کر دی گئی کامیابی کے بعد اور اس وعدہ خلافی پر مسلمانوں نے ترکی کے حق میں تحریکِ خلافت شروع کی مگر اسی دوران ہندوؤں نے شدھی تحریک اور سنگھٹن تحریک شروع کی تاکہ مسلمان یہاں سے ختم ہوں اور جب نہرو رپورٹ میں ہندوؤں نے مسلمانوں کی خواہشات کو بالکل ترک کر دیا۔ اس سب ناانصافی کے بعد مسلمانوں کو یقین ہوا کہ وہ ایک علیحدہ وطن ہیں اور ایک بالکل علیحدہ دین سے تعلق رکھتے ہیں۔

سوال نمبر 2(ب) (i) **مجاہد اور زاہد کی بیان کی گئی صفات:**

شاعر پہلے شعر میں مجاہد کی صفات بیان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ چاہے وہ جنگوں میں لڑتے تھے مگر ذکرِ خدا پر ان کی روح کانپ جاتی تھی اور زاہد کے بارے میں کہا کہ یہ سچ بات کو مانتے تھے یعنی اسلام پر یقین رکھتے تھے۔ یہاں پر دراصل شاعر آپؐ اور ان کے صحابہؓ کی بات کر رہے ہیں اور ان کی صفات بیان کر رہے ہیں۔

---

سوال نمبر 2(ب) (ii) **اسلام کی وجہ سے دلوں میں بیدار ہونے والا جذبہ:**

آپؐ کے آنے کے بعد عرب میں روشنی پھیل گئی اور ظلم و جبر، احساسِ خدمت سے تبدیل ہو گیا۔ پہلے جہاں لوگ ایک دوسرے کو خود سے کمتر سمجھتے تھے اب ایک دوسرے کی مدد کرنے لگے اور عزت اور امن اور حقوق سب کو ملنے لگے۔ لوگوں کے دلوں میں نرمی اور بھائی چارہ جیسی صفات بیدار ہوئیں اور ایک نئی دنیا کی ابتدا ہوئی۔

---

سوال نمبر 2(ب) (iii) **'اسلام کا ہادی' سے مراد:**

یہاں شاعر آپؐ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے لیے 'اسلام کا ہادیؐ' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ہادی سے مراد ہدایت دینے والا۔ آپؐ نے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا اور ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے معجزات سے روشناس کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشن اور جنت کے راستے پر گامزن کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا نور اور محبت ان کے دل میں بھر گئی اور امن و سکون پیدا ہوا۔ اس لیے آپؐ کے لیے 'ہادیؐ' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2(ج) (i) جگ میں آنے کے بعد شاعر کا نتیجہ :

جگ میں آنے کے بعد جب شاعر نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اس کو کئی ایسی چیزیں نظر آئیں جو خالقِ حقیقی کے ہونے کی نشانی ہیں۔ جیسے رات اور دن کا بدلنا، موسموں کا بدلنا، مینہ کا برسنا اور پھول اور پودوں کا اگنا سب اس بات کی نشانی ہیں کہ اس دنیا کو کوئی چلا رہا ہے۔ اور اس سب کے بعد شاعر جہاں بھی دیکھتا ہے اسے خالقِ حقیقی کے ہونے کا احساس ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو ہی ہر جگہ پاتا ہے۔

.....

سوال نمبر 2(ج) (ii) مشکلیں آسان ہونے کا وقت :

شاعر کہتے ہیں کہ جب انسان کی پوری زندگی مشکلات اور دکھ اور درد سے بھری ہو تو پھر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ انسان ان دکھوں اور تکلیف سے عادی ہو جاتا ہے اور وہ یہ مان لیتا ہے کہ اس کی زندگی دکھ سے خالی کبھی نہیں ہوگی۔ وہ اس دکھ اور تکلیف کے ساتھ رہنا سیکھ لیتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو اس شخص کو وہ دکھ اور درد اور مشکلات کا اتنا محسوس نہیں ہوتا اور اس کی زندگی ایسے ہی گزرتی رہتی ہے۔ مسلسل مشکلات انسان کو ان کو جھیلنے کی صلاحیت دے دیتی ہیں۔

سوال نمبر 2(د) (i)

## مرثیہ :

مرثیہ کا لفظ عربی زبان کے لفظ 'رثا' سے نکلا ہے جس کے معنی 'مرنے والے کو یاد کرنا' کے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ مرحوم یا مرنے والے کی تعریف لکھی جائے یا اسے یاد کیا جائے۔ جیسے علامہ اقبال نے شخصی مرثیہ تحریر کیا اپنی والدہ کے لیے 'والدہ مرحومہ کی یاد میں'۔ اس کے بعد مرثیہ کا تعلق حضرت امام حسینؓ اور واقعۂ کربلا سے جوڑ لیا۔ اور واقعۂ کربلا پر کئی ~~مرثیے~~ مراثی لکھے گئے ہیں۔

مرثیہ کے اجزا: سراپا، چہرہ، آمد، رجز، شہادت، جنگ، بین، دعا۔

---

سوال نمبر 2(د) (ii)

## صنعتِ تلمیح :

اگر شعر میں کسی تاریخی واقعے یا قرآنی آیت یا رسولؐ کا (یا اس کا ترجمہ) قول/حدیث یا تاریخی شخصیت یا ان کا کوئی قول آجائے تو شعر میں موجود صنعت کو صنعتِ تلمیح کہیں گے۔

مثلاً :

ابن مریمؑ ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

نہ یہ گور سکندر نہ یہ قبر دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

تشریح:

یہ ایک ایسے شخص کی افسانوی کہانی ہے جس میں وہ گھر میں کسی کو بتائے بغیر شادی پر چلا جاتا ہے اور پیچھے سے گھر میں آگ لگ جاتی ہے اور سب لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اس دنیا سے چل بسا۔ گھر میں ملازم بھی تھا آگ لگنے کے وقت تو گھر والوں کو ایک جلی ہوئی لاش بھی مل جاتی ہے مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وہ شخص نہیں بلکہ ملازم ہے۔

جب یہ شخص شادی سے واپس آتا ہے تو گھر میں دیکھتا ہے کہ سب ماتم کر رہے ہیں اور وہ جیسے ہی لوگوں کے سامنے جاتا ہے لوگ ڈر کر ادھر اُدھر بھاگنے لگتے ہیں اور اسے بھوت سمجھ کر مارنے اور بھگانے لگتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بچتا بچاتا قبرستان کی طرف دوڑنے لگتا ہے۔ قبرستان جا کر اس کو بات سمجھ آتی ہے کہ اس کے گھر والوں کو لگتا ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور اب وہ اس کو بھوت سمجھتے ہیں۔ وہ قبرستان میں بیٹھا ہی ہوتا ہے کہ رات ہو جاتی ہے اور ایک اور شخص جو جادوگر کی طرح دکھتا ہوتا ہے اس کو نظر آتا ہے۔ وہ جادوگر ایک اور قبر پر جاتا ہے اور کچھ پھونکتا ہے اور اس قبر میں سے مردہ باہر نکل آتا ہے۔ وہ شخص جادوگر کے پاس حیران ہو کر جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ مجھے بھی یہ کرنا سکھاؤ۔ تو جادوگر پھر کچھ پھونکتا ہے مگر اس دفعہ وہ اس مردے کو اس شخص (بہادر خان) کے پیچھے لگا دیتا ہے۔ بہادر خان یہ دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ جادوگر کو پکڑتا، وہ جادوگر وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ وہ مردہ جو اب بہادر خان کے پیچھے پیچھے منڈلا رہا تھا ایک مولوی تھا۔ جہاں

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2)

بہادر خان جاتا وہاں وہ مولوی اس کے پیچھے۔
بہادر خان اس سب سے بہت تنگ آیا اور ایسے ہی اِدھر اُدھر جا
رہا تھا کہ لوگوں نے مُڑ کر اسے دیکھا مگر اس دفعہ ملا جو کہ مردہ
تھا وہ بھی تھا اور وہ سب لوگ بہت ڈر گئے اور اب دونوں
کے پیچھے لگ گئے۔ آگے آگے بہادر خان اور پیچھے پیچھے ملا اور ان
کے پیچھے لوگ جو ہاتھوں میں آلات لیے ان کے پیچھے آ رہے تھے۔
بہادر خان نے ملا سے چھٹکارہ پانے کی تدبیر کی اور اس کو چارپائی
پر لیٹا دیا اور وہاں باندھ دیا۔ اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔
مگر کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ ملا 'کٹھک کٹھک' کرکے
چارپائی سمیت اس کے پیچھے آ رہا تھا۔
دیے گئے پیراگراف میں بہادر خان کی بے بسی کو بیان کیا گیا
ہے۔ اب وہ بیچارہ ایک مردے کے ساتھ قبرستان میں اپنے گھر والوں سے
دور پھنسا ہوا ہے۔ اور اس کے گھر والے یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ وہ مر گیا
ہے اور اس کے قبیلے والے جی اس سے ڈرتے ہیں۔ اب وہ یہ سوچ رہا
ہے کہ وہ اس شادی پر جاتا ہی نہیں تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ اب وہ
اپنے آپ کو کوس رہا ہے کہ اس کو گھر پر ہی رہنا چاہیے تھا۔ وہ کسی
طرح اپنی زندگی واپس چاہتا ہے مگر اسے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ وہ
سوچتا ہے کہ میں پہاڑ سے کود جاؤں، سمندر میں ڈوب جاؤں یا اپنا
سر پتھر پر مار کر آزاد ہو جاؤں۔ یہ تمام خیالات اس بات کی نشاندہی
کرتے ہیں کہ بے بسی انسان کو مشکل قدم اٹھانے پر مجبور کر دیتی
ہے۔ وہ اپنی پرانی زندگی کو یاد کرتا ہے اور غمگین ہو جاتا ہے کیونکہ اسے
اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں مل رہا۔

؎ آج پھر کچھ بیتے دن یاد آئے
آج پھر آنکھوں سے دریا بہہ گیا

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

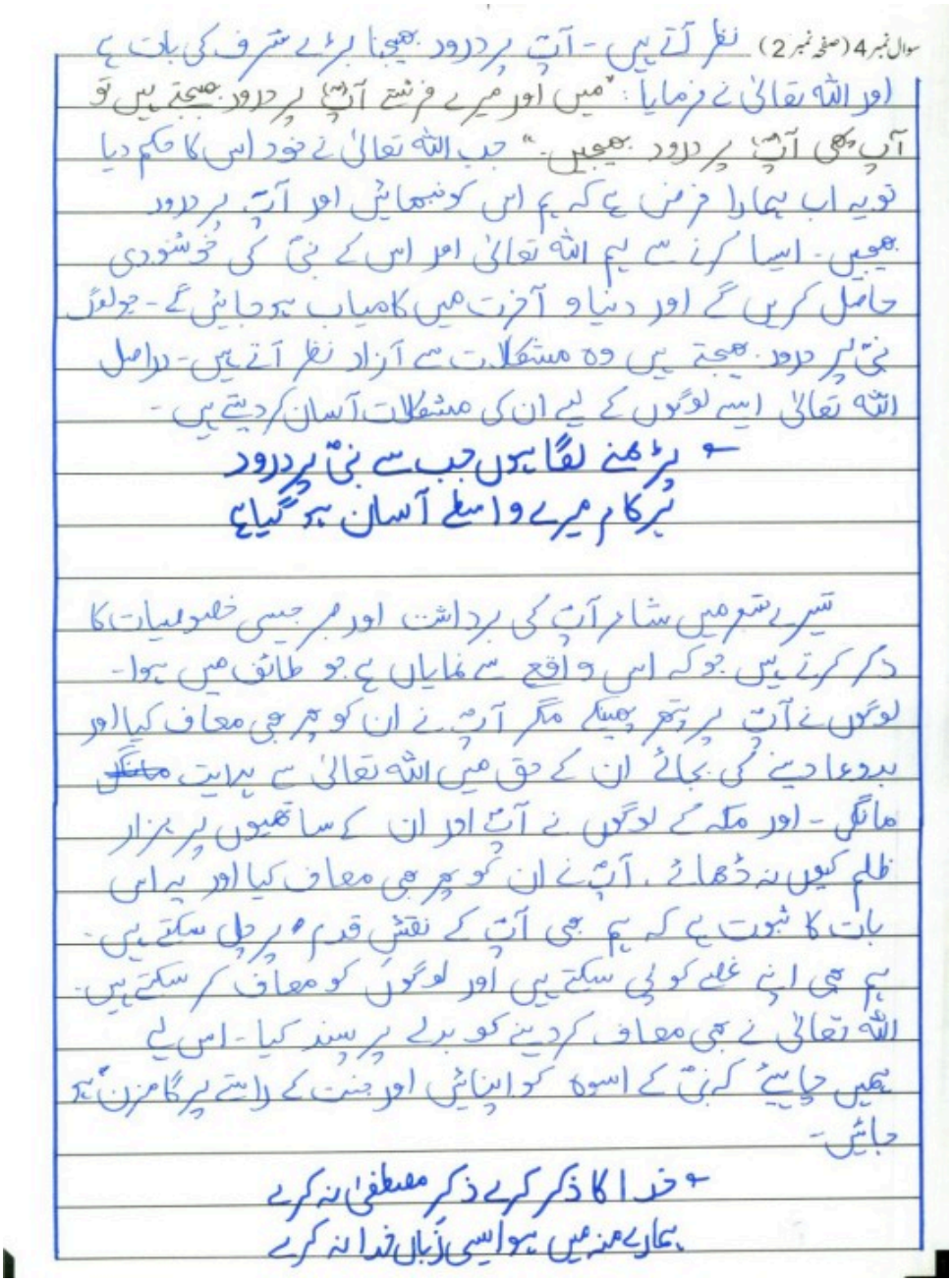
## تشریح:

پہلے شعر میں شاعر نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ جیسا کھلے دل کا مالک کوئی نہیں۔ آپ چاہے اس دور میں مسلمانوں کے رہنما تھے مگر انہوں نے کبھی شان و شوکت اور حرص والی زندگی نہیں اپنائی۔ آپ ہر کسی کی مدد کرتے تھے یہاں تک کہ وہ غیر مسلمان لوگوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے۔ کوئی آپ کے در پر آتا تو وہ خالی ہاتھ نہ جاتا۔ جو کچھ بھی آپ کے پاس ہوتا وہ لوگوں میں بانٹ دیتے اور دینے سے کبھی ہاتھ نہ روکتے۔ یہی بات انہوں نے صحابہؓ کو سکھائی اور عرب میں جب آپ آئے تو وہاں ظلم و جبر اور حقوق نہ ملنا عام تھا مگر آپ کی آمد سے ہر جگہ نور پھیل گیا اور انہوں نے یتیموں، بیواؤں اور بوڑھے لوگوں کو ان کے حق دلوائے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا!!!

شعر میں شاعر نے آپ کو 'کریم' اور 'جواد' کہا ہے کیونکہ ان کا دل بہت بڑا تھا۔ وہ لوگوں کی مدد کرنے سے کتراتے نہیں تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سڑک پر بیٹھے تھے۔ آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو تو جواب دیا کہ بھوک لگی ہے۔ آپ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور کھانا کھلایا۔ اسی طرح امام زین العابدینؒ لوگوں میں آٹے کی بوریاں بانٹتے تھے جو کہ وہ اپنی کمر پر اٹھاتے تھے۔

دوسرے شعر میں شاعر آپ پر درود بھیجنے والے ان خوش نصیب لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو اس دنیا کی تمام مشکلات سے آزاد



سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2)

نظر آتے ہیں۔ آپؐ پر درود بھیجنا بڑے شرف کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں اور میرے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں تو آپ بھی آپؐ پر درود بھیجیں۔" جب اللہ تعالیٰ نے خود اس کا حکم دیا تو یہ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو بجا لائیں اور آپؐ پر درود بھیجیں۔ ایسا کرنے سے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ کی خوشنودی حاصل کریں گے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جو لوگ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں وہ مشکلات سے آزاد نظر آتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے ان کی مشکلات آسان کر دیتے ہیں۔

پڑھنے لگا ہوں جب سے نبیؐ پر درود
ہر کام میرے واسطے آسان ہو گیا ہے

تیسرے شعر میں شاعر آپؐ کی برداشت اور صبر جیسی خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں جو کہ اس واقعے سے نمایاں ہے جو طائف میں ہوا۔ لوگوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے مگر آپؐ نے ان کو ہر بار معاف کیا اور بددعا دینے کی بجائے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگی۔ اور مکہ کے لوگوں نے آپؐ اور ان کے ساتھیوں پر ہزار ظلم کیوں نہ ڈھائے، آپؐ نے ان کو ہر بار معاف کیا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم بھی آپؐ کے نقشِ قدم پر چل سکتے ہیں۔ ہم بھی اپنے غصے کو پی سکتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی معاف کر دینے کو بڑے پسند کیا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ نبیؐ کے اسوہ کو اپنائیں اور جنت کے راستے پر گامزن ہو جائیں۔

خدا کا ذکر کرے ذکر مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زبان خدا نہ کرے

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

## تشریح:

پہلے شعر میں شاعرہ ایک ایسی انوکھی کیفیت کا ذکر کرتی ہیں کہ ان کو معلوم ہے کہ چراغ کا مقدر ہوتا ہے کہ اس نے جلنا ہوتا ہے اور پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر ان کے دل میں ایسے نازک خیالات اور خواہشات ہیں کہ وہ نہ جلتی ہیں مکمل طور پر اور نہ ہی مکمل طور پر بجھ جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات اور خواہشات کی نازکی کو بیان کرنے کے لیے کنول کا استعمال کیا ہے جو کہ ایک خوبصورت پھول ہوتا ہے۔ اب ان کو اس بات سے پریشانی ہے کہ میرے دل میں یہ شگفتہ خواہشات جو موجود ہیں ان کو یا تو مکمل طور پر جل جانا چاہیئے یا تو بجھ جانا چاہیئے لیکن نہ جلنا اور نہ بجھنا نے ان کو ایک کشمکش میں ڈال دیا ہے۔ اب اس کی وجہ سے وہ خواہشات ہمیشہ ان کے دل میں رہیں گی اور ان کی تکلیف کا باعث بنیں گی۔

ے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان مگر پھر بھی کم نکلے

شاعرہ کا دکھ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ خواہشات کے کنول ہمیشہ ان کے دل میں ایک آگ اور ساتھ ہی بے چینی کا باعث بنیں گے۔ وہ چاہتی ہیں کہ ان کی خواہشات اگر پوری نہیں ہوتیں تو چراغوں کی طرح مکمل طور پر جل جائیں تاکہ ان کو سکون مل سکے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2)

## تشریح:

اس شعر میں شاعرہ ان لوگوں کی بات کر رہی ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دنیا کی سخت دکھوں یعنی لوگوں کے برے رویے اور زندگی کی مشکلات کو جھیل لیتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ ٹوٹ کر نہیں بکھرتے مگر پھر جب ان کے ساتھ محبوب نہیں ہوتا، وہ دن آتے ہیں کہ جب لوگ ان کو برا بھلا نہیں کہہ رہے اور دنیا میں ان کے لیے اتنی مصیبتیں نہیں ہیں مگر پھر ان کا محبوب ان کے ساتھ نہیں ہوتا اور وہ اس غم سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ وہ دنیا کی تپش اور سختی ان کو نہ لے ڈوبی مگر محبوب کا نظرِ التفات نہ کرنا اور محبوب کی دوری اس گھٹن بھرے ماحول میں بھی ان کو جلا رہی ہے اور یہ ان کو کی تکلیف کا باعث ہے۔

ے عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

محبوب کا ان کے ساتھ نہ ہونا دنیا کی تمام سختیوں سے زیادہ مشکل ہے اور یہ دکھ ان کو اندر ہی اندر جلا رہا ہے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3)

شرح:

اس شعر میں شاعرہ اپنی زندگی کے بارے میں بتاتی ہیں کہ ان کی زندگی تکالیف اور مصائب سے بھری تھی مگر انہوں نے اس کا آسان حل یہ نکالا کہ کبھی ہار نہ مانی۔ جب ایک دروازہ بند ہو جاتا تو دوسروں کی طرف جاتیں۔ جب ایک جگہ اندھیرا ہو جاتا تو کوئی اور شمع جلا لیتیں۔ یعنی انہوں نے زندگی میں کبھی ہار نہیں مانی اور وہ ثابت قدم رہیں۔ زمانے کو لگا کہ اس نے ~~انہو~~ شاعرہ کو توڑ دیا ہے مگر شاعرہ کہتی ہیں کہ کبھی ہار نہ ماننے سے میں اس زمانے سے بڑی چال چلی ہیں کہ وہ وقت تھا کہ لوگ میرے ساتھ برے تھے اور انہیں لگتا تھا میں ٹوٹ جاؤں گی مگر حقیقت میں میں نے ان کے ساتھ کھیل کھیلا اور مضبوط رہی اور اب بازی پلٹ گئی اور میں اس زمانے کو ہرانے میں کامیاب ہو گئی کیونکہ میں نے کبھی ہار نہیں مانی۔

ے خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں!!!

شاعرہ اپنے حوصلے اور اس دنیا کا اس ان کے ساتھ ~~کچھ~~ برا سلوک بیان کرتی ہے ہیں جو انہوں نے صبر کے ساتھ جھیلا اور اس زمانے کو جھکا دے دیا۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

امتحانی مرکز،
۱۸/ مئی ۲۰۲۶ء

عنوان: امتحان میں شاندار کامیابی پر
میرے پیارے بھائی جان!

السلام علیکم!

امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے اور میں بھی خیریت سے ہوں۔ گھر میں بھی امید کرتا ہوں سب ٹھیک ہوں گے۔ اب امی کی طبیعت کیسی ہے اور کیا آصفہ اچھے سے پڑھائی کر رہی ہے؟

میں آپ کو یہ نیک نامہ آپ کی شاندار کاوش کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے آپ نے ان امتحانات کے لیے کتنی جان ماری تھی اور آپ کی محنت رنگ لے آئی اور آپ نے پورے کالج میں اپنے گھر والوں کا نام روشن کیا۔ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا کہ میں اس وقت کس قدر خوش ہوں۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں آپ کا بھائی ہوں۔ اگر آپ کو کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہوئی تو میں ہمیشہ آپ کے لیے وقت نکال سکتا ہوں۔ امی اور ابو کی خوشی کا میں تو بس اندازہ ہی کر سکتا ہوں۔ ہم سب کو آپ پر فخر ہے اور آپ ایسی طرح محنت کرتے رہیں اور ہمارا نام روشن کرتے رہیں۔

ابھی تو آپ کی چھٹیاں چل رہی ہوں گی۔ ان چھٹیوں کو ضائع مت کیجیے گا اور آئے آنے والے مرحلوں کی

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

تیاری شروع کر دیں۔ میں امید کرتا ہوں آپ بھی آپ
اسی طرح چمکتے دمکتے رہیں گے اور پوری محنت کریں گے۔
میں آپ کو ہمیشہ بتاتا ہوں کہ محنت کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور
آپ اور اللہ تعالیٰ بھی ہمیں محنت کرنے کا سبق دیتے ہیں۔
ایک مرتبہ پھر کہوں گا کہ میں آپ کی کامیابی کا سن کر بہت
خوش ہوا۔ جب گھر آؤں گا تو آپ کا تحفہ ضرور لاؤں گا۔
آپنا اور گھر میں سب کا خیال رکھیے گا۔ اور سب کو میرا
سلام کہیے گا۔

والسلام،
آپ کا بھائی،
ا۔ ب۔ ج

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

# برداشت اور رواداری:

اسلام ہمیں دنیا میں رہنے کے اصول وضوابط سکھاتا ہے۔ اور یہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان اصولوں کو بیان اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا جو کہ اپنے آخری رسول ﷺ پر نازل کی اور پھر آپ نے ہمیں اس پوری کتاب پر عمل کر کے دکھایا تاکہ کوئی قیامت تک آنے والا شخص یہ نہ کہے کہ ہم قرآن مجید پر عمل نہیں کر سکتے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا ترجمہ:

"آپ کے اخلاق قرآن کی عملی مثال ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آپ کو رہنمائی کا ذریعہ بنا کر بھیجا اور فرمایا ترجمہ:

"ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔"

اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے اسوہ کو کی اگر ہم پیروی کریں تو اس دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جائیں گے۔

آپ کو عرب میں نبی بنا کر بھیجا جب وہاں ظلم و جبر اور حقوق نہ ملنا عام تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو خود سے کمتر جانتے تھے اور امن و سکون نہیں تھا۔ آپ جب اس جگہ آئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا اور اخوت، درگزر، رواداری، بھائی چارہ اور عزت کرنا جیسی صفات لوگوں کو سکھائیں۔ لوگوں کو اپنے حقوق ملے۔ جھوٹ اور دھوکہ دہی کم ہو گیا اور زمانے میں امن و سکون ہو گیا یعنی آپ کے آنے سے زمانہ بالکل تبدیل ہو گیا۔ بقول شاعر:

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

ے زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ساز بدلے گئے

آپ کی زندگی کٹھن مرحلوں سے بھری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا کوئی آسان بات نہیں تھی کیونکہ لوگ اس وقت بتوں کو خدا مانتے تھے یا آگ یا سورج کی پرستش کرتے تھے۔ جب آپؐ نے لوگوں کو اس راستے سے روکا تو انہیں غصہ آیا اور انہوں نے آپؐ اور ان کے صحابہؓ کی زندگی مشکل بنانے میں کوئی قصر نہیں چھوڑی۔ مگر آپؐ نے اس سب میں بھی منہ سے ایک بددعا نہ نکالی اور عفو و درگزر اور رواداری کو اپنا شیوہ بنایا۔

ے وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا!!!

آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام پھیلانے کے لیے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا اور راہِ حق پر گامزن ہونے کا کہا تو وہاں کے لوگوں نے ان پر پتھر برسائے یہاں تک کہ آپؐ لہولہان ہو چکے تھے اور ان کے جوتے خون سے بھر گئے تھے۔ ایسے میں پہاڑوں کا فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ چاہیں تو ان پہاڑوں کے درمیان اس گستاخ قوم کو تباہ کر دوں اللہ کے حکم سے۔ مگر آپؐ نے اس پر یہ جواب دیا تھا:

"نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کی نسل میں سے ہی کوئی ایسا شخص پیدا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔"

آپؐ نے اتنی تکلیف جھیلنے کے بعد بھی اس قوم کے لیے خدا تعالیٰ سے

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3)

ہدایت کی دعا مانگی - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام معاف کر دینے کو بدلہ لینے پر پسند کرتا ہے - اور آپ نے یہ کر کے دکھایا کہ کچھ بھی ہو جائے انسان ایک خطا کار کو معاف کر سکتا ہے - ۶ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے مذہب اسلام کا بانی

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے عفو و درگزر اور برداشت کی اعلیٰ مثال قائم کی - فتح مکہ کے بعد جو بھی کافر قیدی تھے جنہوں نے آپ اور ان کے ساتھیوں پر تیرہ (۱۳) سال ظلم ڈھائے اور ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، آپ نے ان تمام لوگوں سے کہا ترجمہ:

"جاؤ - آج تم آزاد ہو - میں نے تمہیں معاف کیا"

آپ نے ان تمام لوگوں کو معاف کیا اور ہمارے لیے ایک اعلیٰ مثال چھوڑ گئے کہ ہم لوگوں کو اسلام کی طرف اپنے اعمال سے راغب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی اس معافی کے بعد بہت سے کفار لوگوں نے اسلام قبول کیا اور خدا تعالیٰ کو واحد خالق حقیقی تسلیم کیا -

آپ کی زندگی میں ایک کافر عورت آپ پر اپنے گھر سے کچرا پھینکا کرتی تھی - جب بھی آپ اس کے گھر کے پاس سے گزرتے وہ ان پر اوپر سے کچرا پھینکتی - ایک دن اس نے کچرا نہ پھینکا تو آپ اس بڑھی عورت کی خبر لینے چلے گئے - جب وہ گھر گئے تو دیکھا کہ وہ بیمار تھی - آپ نے ان کی خدمت کی اور ان کا خیال رکھا - یہ آپ کا بڑا دل تھا اور لوگوں کے لیے محبت اور خدا کا دل میں خوف تھا کہ وہ لوگوں کو اتنی جلدی معاف فرما دیتے تھے - آپ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا اپنی حیاتِ مبارک میں -

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4)

+ مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا!!!

آپ کی رواداری اور برداشت کی مثال ایک اور واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جب ایک یہودی شخص نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی مگر مسلمانوں کے سردار ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اس کو معاف فرمایا۔

+ خدا کا ذکر کرے ذکر مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں یہ ایسی زباں خدا نہ کرے

آپ کی زندگی کے ان تمام واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی میں لوگوں کو معاف کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی ناممکن سی بات نہیں ہے کہ ہم بدلہ نہ لیں اور معاف کر دیں کیونکہ جب معاف کر دینے سے نبیؐ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے تو ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ اچھائی کے راستے پر گامزن ہوں۔

طائف اور مکہ کے لوگوں نے آپؐ پر اتنے ظلم ڈھائے مگر پھر بھی انہوںؐ نے ان کو معاف کیا اور ان کے لیے خدا تعالیٰ سے ہدایت کی دعا مانگی۔ اسی طرح آپؐ کے صحابہؓ نے بھی یہ اوصاف آپؐ سے لیے اور انہیں اپنی زندگی میں کر کے دکھایا تاکہ قیامت تک آنے والے لوگ اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ ایک مرتبہ حضرت زین العابدینؒ وضو کر رہے تھے اور ایک لونڈی پانی ڈال رہی تھی برتن سے۔ اس سے وہ برتن ان کے منہ پر غلطی سے گر گیا مگر جیسے اس نے غصے کو پی جانے والی آیت پڑھی تو انہوں نے اسکو معاف فرمایا۔ بدلہ لینا دو راستوں میں سے ایک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بہتر راستہ اپنائیں جو اسلام اور خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔

+ نظر میں طائف و مکہ رہیں تو انکے غلام جواب میں بھی ستم کے ستم نہیں کرتے